تحقید

جلد04، شمارہ01، جون 2023

اُردو کا پہلا مکتوبی افسانہ نگار۔ علّامہ راشد الخیری

Urdu's first literary fiction writer Allama Rashidul Khairy

نوشیلہ رسول

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Noshila Rasool

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

ڈاکٹر سعید احمد

چیئرمین، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Dr. Saeed Ahmad

Chairman, Department of Urdu,
Govt. College University Faisalabad

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 9-5-2023

Accepted:

Online:

Copyright: © 2023 by the open-authors. This is an article distributed access under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Allama Rashid-ul-khari was the earliest and most prolific prose writer in Urdu creative literature whose works made a way for fictional narratives. He was an Urdu novelist, short-story writer, feminist writer, poet and humanist. He left no less than eighty books which include novels, social and historical short stories and collection of eassys other than two comedy works. His special forte is tragedy. Rashid-ul-Kheri is generally regarded as the chief and most successful imitator of Deputy Nazir Ahmad. But there is a good deal of more sadness and sorrow to be found in his works than in those of Nazir Ahmad. This earned for him the title of Musawwar-e-Gum. He was pioneer who raised his voice for women's rights and served for the cause of Muslim women education in India through the platform of 'Ismat' a social and literary magazine for women. Kheri's works depiets the clear and vivid picture of women's circumstances durig his time in India. Allama Rashid-ul-Kheri has been recognized as the earliest short story writer in Urdu literature as well as the pioneer in using epistolary technirque in fictional genre i.e in short-story writing. His major epistolary works include "Masli Hui Pattiyan" and "Qatrat-e-Ashk" laving fourteen epistoloary short stories i.e eleven in "Masli Hui Patiyan" and three in "Qatrat-e-Ashk". This article brings into light the epistolary works of Rashid-ul_Kheri as the first epistolary short story writer in Urdu creative literature.

Key Words: Feminist writer, epistolary short story, Literary magazine,

Technique, Fictional genre.

جدید تحقیق کے مطابق علامہ راشد الخیری اُردو ادب میں مختصر افسانہ نگاری کے بانی ہیں۔ ان کے مختصر افسانے ۱۹۰۳ء سے رسالہ 'مخزن' لاہور میں چھپنا شروع ہوئے۔ بلاشبہ اُردو ادب میں المیے کا آغاز اُن سے ہوا اور وہ طبقہ نسواں کے مصلح تھے۔ بنابریں تمام معاشرہ ہی علامہ کا موضوع اور میدان تھا۔ ان کا فن ہمیشہ مقصدیت کے تابع رہا۔ اُن کے اندر کا مصلح ہمیشہ ادیب پر غالب رہا۔

علامہ راشد الخیری کی ادبی زندگی کا آغاز ۱۸۹۰ء میں ہوا۔ علامہ راشد الخیری کے مختصر افسانوں کی مجموعی تعداد تقریباً دو سو سے زیادہ ہے لیکن افسانہ ہو یا ناول، ان کے اس قدر وسیع سرمایۂ ادب میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں ملتا جو شائستگی پر گراں گزرے۔ راشد الخیری نے نصف صدی تک ادب کے اِنقلابات دیکھے مگر جو روش انھوں نے روزِ اوّل اختیار کی تھی۔ اس میں دمِ آخر تک فرق نہ آنے دیا۔

علامہ راشد الخیری کی پیدائش دہلی کے ایک ممتاز خاندان میں ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ ان کا اصلی نام عبد الراشد اور والد کا نام عبد الواحد تھا جو مصنف بھی تھے۔ ان کا خاندانی تعلق عربوں سے تھا جن کو مغلیہ سلطنت میں نسل در نسل اُستاد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اُن کے مورثِ اعلیٰ ابو الخیر اللہ تھے جن کی طرف نسبت سے الخیری لاحقہ لگایا۔ علامہ راشد الخیری نو برس کی عمر میں یتیم ہوگئے اور اس کے بعد ان کی کفالت اُن کے چچا عبد الحامد ڈپٹی کلکٹر اور ان کے نابینا دادا مولوی عبد القادر کی زیرِ نگرانی ہوئی۔

راشد الخیری نے ابتدائی تعلیم اینگلو عریبک سکول سے حاصل کی۔ نویں جماعت میں تھے کہ دادا کا انتقال ہو گیا۔ راشد سکول چھوڑ کر اپنے پھوپھا ڈپٹی نذیر احمد کے تلمیذ بن گئے۔ تاہم البتہ میٹرک نہ کر سکے۔ راشد الخیری کے اُستادوں میں مولانا الطاف حسین حالیؔ بھی شامل تھے۔ علامہ راشد الخیری ۱۸۹۰ء میں ازدواجی بندھن میں بندھ گئے۔ ۱۸۹۱ء میں وہ محکمہ بندوبست علی گڑھ میں کلرک بھرتی ہوئی۔ یکے بعد دیگرے کئی ملازمتیں تبدیل کیں اور بالآخر ڈپٹی اکاؤنٹینٹ جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف کے دفتر میں سب آڈیٹر تعینات ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں مستعفی ہوگئے اور اپنی ذات کو صرف اور صرف ادبی کاموں کے لیے وقف کر دیا۔

علامہ راشد الخیری کے زمانے میں تعلیمِ نسواں کی حالت بہت ابتر تھی۔ علامہ کو اس بات نے بے چین کیا اور اپنی تحریروں سے خواتین کی تعلیمی و معاشرتی اِصلاح کی کوشش کرنے لگے چنانچہ انھوں نے طبقہ نسواں کی اصلاح و بہبود کے لیے تین رسالے "بنات"، "جوہرِ نسواں" اور "عصمت" جاری کیے۔ ان میں "عصمت" ان کی وفات کے بعد تک جاری رہا۔ اس طرح سے انھوں نے ڈپٹی نذیر احمد کی حقوقِ نسواں کی وراثت کو آگے بڑھایا۔

علامہ راشد الخیری میں ادبی ذوق اپنے پھوپھازاد بھائی اشرف حسین کی صحبت میں پیدا ہوا پھر اسے مولانا حالیؔ اور ڈپٹی نذیر احمد کی شاگردی نے جِلا بخشی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور مشاہدہ بہت قوی تھا۔ حافظہ بھی غضب کا تھا۔ علامہ راشد الخیری کی پہلی تصنیف "صالحات" شائع ہوئی اس کے بعد ۱۸۹۷ء میں "منازل السائرہ" لکھی جو ان کی شاہکار تصنیف کہلائی اور اسی ناول کی وجہ سے انھیں اُردو کا چارلس ڈکنز کہا جاتا ہے۔

ان دونوں اِصلاحی ناولوں کے بعد راشد الخیری کی شہرت ایک بلند پایہ مصنف کی حیثیت سے پھیلنا شروع ہو گئی اور ۱۹۰۳ء سے رسالہ ''مخزن''میں افسانے اور مضامین شائع ہونے لگے۔

۱۹۱۷ء میں ''شامِ زندگی'' صرف بیس دن کی مدت میں لکھی اور اسے وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد آج تک کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوئی۔ اس کتاب نے علامہ کو ''مصورِ غم''کا خطاب دلوایا۔ اس کے بعد علامہ کا قلم رُکا نہیں بلکہ کتابوں کا ڈھیر لگ گیا۔

علامہ بڑے ادیب اور صاحبِ طرز مصنف تھے۔ وہ اُردو ادب میں مختصر افسانہ نویسی کے بانی اور چوٹی کے ناول نگار تھے۔

سوانح نگاری میں بھی ان کا پایہ ہمیشہ بلند رہا اور واقعہ نگاری میں بھی۔ وہ مؤرخ بھی تھے اور مترجم بھی، سیاح بھی، مبلغ بھی، تبصرہ نگار بھی اور جرنلسٹ بھی۔ جن عورتوں کو قلم پکڑنا بھی نہیں آتا تھا'مصورِ غم' کی تحریروں نے انھیں اہلِ قلم بنا دیا۔ انھوں نے شاعری بھی کی لیکن وہ روایتی تصنع، تشبیہوں، اِستعاروں اور داستانِ محبت لکھنے کی بجائے قوم کی بربادی کا دُکھ بھرا افسانہ لکھتے تھے۔ اگر علامہ نے اپنا وقت اور کوششیں شاعری کی تہذیب پر صرف کی ہوتیں تو یقیناوہ بیسویں صدی کی شاعری میں ممتاز جگہ پاتے۔

علامہ نے جو بھی ناول اور افسانے لکھے اُن کا مرکزی کردار عورتیں ہی تھیں۔ ان میں تقریباً انیس ناول اور سینتیس افسانوں کے مجموعے شامِل ہیں۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی میں طبقہ نسواں کی حمایت کی۔ ان کے مسائل و مصائب کے حل تلاش کیے۔

(دوماہ کی علالت کے بعد) علامہ راشد الخیری نے ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء کو وفات پائی اور دہلی کے فیروز شاہ کوٹلہ کے عقبی قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔

اُردو میں افسانہ نگاری کی روایت کا آغاز بیسویں صدی کے ادبی شعور سے وابستہ ہے۔ عصری تقاضوں کے پیشِ نظر اُردو افسانے کی ابتدا ہوئی گو کہ ہمارے یہاں قصہ نگاری کی ایک طویل و شاندار روایت موجود تھی لیکن مغربی ادب کے اثر سے ہمارے یہاں ناول اور افسانہ نگاری کی اِبتدا ہوئی۔ نذیر احمد نے اپنے ناولوں کے ذریعے اس کی بنیاد رکھی۔ سرشار، رسوا، راشد الخیری، سرفراز اور محمد علی طیب وغیرہ نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور وقار واعتبار بخشا۔

انگریزی ادب میں پہلی بار سیموئیل رچرڈسن (۱۶۸۹ء-۱۷۶۱ء) نے اس تکنیک کو اپنے تمثیلی قصے ''پاملا'' میں برتا اور لیولپے نے اس تکنیک میں آٹھ خطوط پر مشتمل اپنا افسانہ ''آئینہ'' لکھ کر اس تکنیک کو متعارف کرایا۔

اُردو ادب میں پہلی بار راشد الخیری نے افسانے کی اِبتدا کی۔ اِس طرح راشد الخیری اُردو افسانے کے اوّلین بنیاد گزار قرار پاتے ہیں۔ راشد الخیری کا اُردو زبان کا پہلا افسانہ ''نصیر اور خدیجہ'' خط کی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔

''نصیر اور خدیجہ''، ''مخزن'' لاہور، شمارہ ۳، جلد ۶، دسمبر ۱۹۰۳ء کے شمارہ میں صفحہ ۲۷ تا ۳۱ شائع ہوا ہے۔ یہی افسانہ راشد الخیری کے افسانوی مجموعے ''مسلی ہوئی پتیاں'' کے اوّلین ایڈیشن ۱۹۳۷ء مطبوعہ عصمت بکڈپو دہلی کے صفحہ ۲۸ تا ۳۲ میں ''بڑی بہن کا خط'' کے نام سے شامِل ہے۔

افسانے کے مختصر کینوس میں ''نصیر اور خدیجہ'' ان کی پہلی کوشش تھی۔ راشد الخیری کی یہ ایک کامیاب اور اچھی کوشش تھی۔ کہانی میں کہانی پن کا مسئلہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور وہ اس کوشش میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

افسانہ "نصیر اور خدیجہ" لکھنے کی ترغیب انھیں اپنی والدہ رشید الزمانی بیگم کی سنائی ہوئی دو یتیم لڑکیوں کی کہانی سے ہوئی جن کے ماموں نے ان کی طرف سے لاپرواہی برتی، چنانچہ راشد الخیری نے ان بچیوں کی بڑی خالہ کی طرف سے بھائی کے نام خط کے ذریعے ساری صورتِ حال واضح کی اور کہانی کو اس بے ساختہ پن سے پیش کیا گیا کہ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

شیخ عبدالقادر مدیر مخزن نے اس افسانے کو رسالہ 'مخزن' لاہور، دسمبر ۱۹۰۳ء میں درج ذیل نوٹ کے ساتھ شائع کر کے اس کی اہمیت میں اضافہ کر دیا۔

> "یہ مضمون مدت کے تقاضوں کے بعد ہمیں اپنے دوست مولوی عبدالراشد صاحب، مترجم عدالت بندوبست سے ملا۔ صاحب موصوف شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد کے عزیزوں میں سے ہیں اور زبان پر خوب قدرت رکھتے ہیں۔ خصوصاً مستورات کی زبان بے تکلف لکھتے ہیں، چنانچہ مولوی نذیر احمد صاحب کی لاجواب کتابوں کے بعد مولوی عبدالراشد صاحب کی کتاب "منازل السائرہ" اپنی قسم کی ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مستورات کی زبان نہایت خوبی سے لکھی گئی ہے۔ اس مضمون میں بڑی بہن خدیجہ اپنے بھائی نصیر کو خط لکھتی ہے اور دوسری مری ہوئی بہن کے بچوں کی خراب حالت کی طرف اس کی توجہ دلاتی ہے۔ خط اس بے ساختہ پن سے لکھا گیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔"[۱]

درج ذیل اقتباسات سے علامہ کے افسانوں کے رنگ و مزاج کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

علامہ صنفِ نازک کے محسن ہی نہیں اس کی صلاحیتوں کے قدردان بھی ہیں۔ علامہ عورت کی عزت و قدر اور اسے معاشرے میں باعزت اور باوقار مقام و مرتبہ عطا کرنے کو ہی بہتر زندگی کا ضامن قرار دیتے ہیں۔

> "عورت ایک پھول ہے جو مرد کے چمنستانِ حیات کو اپنی خوشبو سے مہکا دیتی ہے۔ گو مردوں کی بدولت اس کے اصلی جوہر کھلنے نہ پائے اور یہ بند کلیاں شگفتہ ہونے سے پہلے ہی مرجھا گئیں لیکن پھر بھی اس پھول کی بھینی بھینی خوشبو نے ان کی عمروں کو معطر کر دیا۔ اے کاش ان کلیوں کی قدر ہوتی۔ ان کو پانی ملتا۔ قدردانی کے ساتھ ان کو سینچتے تو یہ ناقص العقل فرقہ اِتنا مہکتا کہ رستہ چلتے درود پڑھتے اور تم لوگ دیکھتے کہ دُنیا میں زندگی کس طرح بسر کرتے ہیں۔"[۲]

علامہ نے طبقہ نسواں کے حقوق کی پامالی، حق تلفی کے خلاف بڑے موثر انداز میں قلم اُٹھایا ہے۔ عورت کا کوئی دُکھ کوئی غم علامہ کی آنکھوں سے اوجھل نہ تھا۔

> "طلاق اور خلع دونوں برابر کے حق تھے۔ طلاق مرد کا حق تھا۔ خلع عورت کا۔ آج مسلمان عورت کا حق غصب کر چکے ہیں اور تمام ہندوستان میں خلع کا نام تک نہیں۔"[۳]

"مسلی ہوئی پتیاں" خطوط کی صورت میں علامہ راشد الخیری کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا جس میں پہلا افسانہ ۱۹۰۳ء اور آخری افسانہ ۱۹۱۹ء میں لکھا گیا۔ "مسلی ہوئی پتیاں" کے مکتوبی افسانوں میں:

"ماں کا خط"   "بڑی نند کا خط"

"بیٹی کے نام خط"   بیاہتا بیوی کا خط، "بھاوج کے نام خط"

"دیور بھاوج کی خط و کتابت"   "بہن کے نام"، "بڑے بھائی کا خط"

"بڑی بہن کا خط" "بہن کا خط بھائی کے نام" اور
"بیوہ بہن کا خط" شامل ہیں۔

"قطراتِ اشک" بھی مصنف کے تقریباً ایک درجن افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں چند مضامین بھی ہیں۔ "قطراتِ اشک" میں تین مکتوبی افسانے "ایک مظلوم بیوی کا خط"، "نند کا خط بھاوج کے نام" اور "دیور بھاوج کی خط وکتابت" (جو چچازاد بہن بھائی بھی ہیں) شامل ہیں۔

"نصیر اور خدیجہ" خط کے پیرایہ میں دردانگیز افسانہ ہے جس میں بھائی کی لاپرواہی، بے حمیتی" سنگ دلی اور بہنوں کی بے لوث محبت دکھائی گئی ہے۔ "نصیر اور خدیجہ" ایک طویل خط ہے اور بنیادی طور پر خط میں لب ولہجہ، انداز تخاطب یا مراسلے کو مکالمہ بنا دینے کی جو کوشش ملتی ہے اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے پس منظر سے واقعہ اور واقعیت کی بھی ایک شکل اُبھرتی ہے۔ سماجی مسائل کچھ اپنے واضح خطوط کے ساتھ سامنے آتے ہیں جن کے ساتھ ایک اخلاقی ومذہبی نقطۂ نظر بھی موجود ہے۔ ان عناصر کی موجودگی میں اسے صرف ایک خط کہنا ہی کافی نہیں اگرچہ بنیادی طور پر یہ ایک خط ہی ہے۔

اس افسانے میں ایک بہن کی مری ہوئی بہن کے بچوں کے لیے بھائی کی سنگدلی وبے اعتنائی کو بڑے پر درد انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے افسانوں کا ہر باب سوز وگداز سے بھرا پڑا ہے۔

> "صادقہ کے بچے کسی غیر کے بچے نہیں ہیں۔ مری ہوئی بہن کی نشانی ہیں شاباش تمہاری ہمت پر۔ تم پردیس میں بیٹھے راج کرو اور صادقہ کے بچے دو دو دانے کو محتاج ہوں۔ دلی میں آ کر دیکھو شہر مین کیا نام بدنام ہو رہا ہے۔ آخر برس میں دو برس میں اپنے ہاں کی نہیں سسرال کی شادیوں میں تو آؤ گے۔ سب کو جانے دو اللہ رکھو لڑکی کا بیاہ سر پر آ رہا ہے۔ یہ بھی وہیں کرو گے؟" [۴]

راشد الخیری کا خاص اِمتیاز ان کی دہلوی زبان ہے اور وہ دہلی کی بیگماتی وٹکسالی زبان لکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی تحریروں میں روانی وسلاست ہے۔ ان کے پاس ضرب الامثال کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے اور اس حقیقت سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ راشد الخیری کہانی بننے کی حیرت انگیز صلاحیت رکھتے تھے۔

علامہ راشد الخیری کا مکتوبی افسانہ "ایک مظلوم بیوی کا خط" ۱۹۰۸ء کے "مخزن" میں "کثرتِ ازدواج" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ مرد دوسرا نکاح کر کے پہلی بیوی کی طرف سے کس سنگدلی وبے دردی سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

"نند کا خط بھاوج کے نام" علامہ راشد الخیری کا مکتوبی افسانہ رسالہ "عصمت" کے سب سے پہلے پرچے جون ۱۹۰۸ء میں خط کی شکل میں شائع ہوا تھا۔

اس مکتوبی افسانے میں ایک دکھیاری مصیبت ماں ماری جو بیٹے کو اللہ آمین کر کے پالتی ہے۔ خود فاقے کر کے اسے تعلیم دلواتی ہے اور آخرت میں بیٹے کو دیکھ لینے کی حسرت لیے دُنیا سے رُخصت ہو جاتی ہے۔

"نند کا خط بھاوج کے نام" بہت دردانگیز خط اور بڑا موثر افسانہ ہے۔

علامہ راشد الخیری کا مکتوبی افسانہ "دیور بھاوج کی خط وکتابت" (جو چچازاد بہن بھائی بھی ہیں) رسالہ "تمدن" ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ دیور بھاوج کی خط وکتابت میں علامہ نے دو خطوط کے ذریعے اپنے مقصد کو قارئین تک پہنچایا ہے۔ ایک خط بھاوج کی طرف سے اپنے دیور صغیر کو لکھا گیا ہے، جس

میں بھاوج اپنے دیور صغیر سے اس بات کی شکایت کرتی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو مختلف پابندیوں میں جکڑ کر اس کے جائز حقوق سے اسے محروم کر رکھا ہے۔

علامہ نے ان بے جا پابندیوں کے خلاف بڑے جرأتمندانہ اور موئثر انداز میں قلم کاری کی ہے۔

”میری رائے میں تم نے خاوند ہونے کا یہ نہایت ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے کہ اپنی بیوی کے ہر قول و فعل یہاں تک کہ ملنا جلنا، آنا جانا غرض ہر چیز کو اپنی رضامندی پر منحصر کیا۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تم کو خاوند ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی حکومت کا کیا حق حاصل ہے؟ تم جانتے ہو کہ عورت کیا شے ہے؟ بیوی کے کیا معنی ہیں اور ایک عورت کے نکاح میں آ کر تم پر کیا حقوق واجب ہو گئے؟“[۵]

شاعر یا افسانہ نگار دونوں کی حیثیت کسی رہنما اور رہبر سے کم نہیں۔ مشاہدہ، زورِ بیان، زبان، پلاٹ اور موضوع کی کسوٹی پر علامہ راشد الخیری کے افسانوں کو دیکھا جائے تو ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ علامہ قومیّت کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ وہ سچے مسلمان تھے۔ ان کا خاص موضوع نسوانی دُنیا رہا۔ اس رنگ میں ان سے بڑھ کر لکھنے والا کوئی دوسرا نہیں۔ علامہ راشد الخیری حقیقت میں محسن نسواں ہیں۔ انھوں نے اپنے افسانوں سے عورتوں میں حوصلہ عزم، جفاکشی، ضبط و تحمل، علم و عمل اور شوہر پرستی کی تعلیم دی۔

’مصوّرِ غم‘ علامہ راشد الخیری کی افسانہ نگاری کا مقصد محض افسانہ لکھنا ہی نہیں تھا بلکہ ان کے افسانوں کا مقصد یہ رہا کہ معاصر مسائل کو اپنی کہانیوں میں اس انداز سے پیش کریں کہ لوگ ان تکالیف و مصائب کو اپنی تکالیف سمجھتے ہوئے آنسوؤں کے عقیدت بھرے موتی ان پر نثار کریں اور ان مسائل کے حل کے لیے اِنفرادی واِجتماعی ہر طرح کی کوشش بروئے کار لائیں تاکہ ایک مثبت اور صالح معاشرہ وجود میں آ سکے۔

حوالہ جات

۱۔ شیخ عبدالقادر، مخزن، لاہور، شمارہ۳، جلد۶، دسمبر ۱۹۰۳ء، ص۲۷
۲۔ علامہ راشدالخیری، قطرات اشک، عصمت بکڈپو دہلی، دہلی بار چہارم، ۱۹۳۰ء، ص۷۷
۳۔ علامہ راشدالخیری، سیلاب اشک، عصمت بکڈپو دہلی، بار ششم، ۱۹۴۴ء، ص۴۹
۴۔ علامہ راشدالخیری، مسلی ہوئی پتیاں، عصمت بک ایجنسی، دہلی، ۱۹۳۷ء، ص۳۷
۵۔ علامہ راشدالخیری، قطرات اشک، عصمت بکڈپو دہلی، بار چہارم، ۱۹۳۰ء، ص ۷۲۔۷۳

1. Sheikh abdul qadir, mukhsan, Lahore, shumara 3, jild 6, December 1903, page 27
2. Allama Rashid al khari, qatrat e ashk, imsat bbok depo, dehli,1903, page 77
3. Allama Rashid al khari, silab e ashk, ismat book depo, dehli, 1944, apge49
4. Allama Rashid al khari, misli hoi patiya, ismat book agency dehli, 1937, page 37
5. Allama Rashid al khari, qatrat e ashk, ismat book depo dehli, 1930, page 72-73